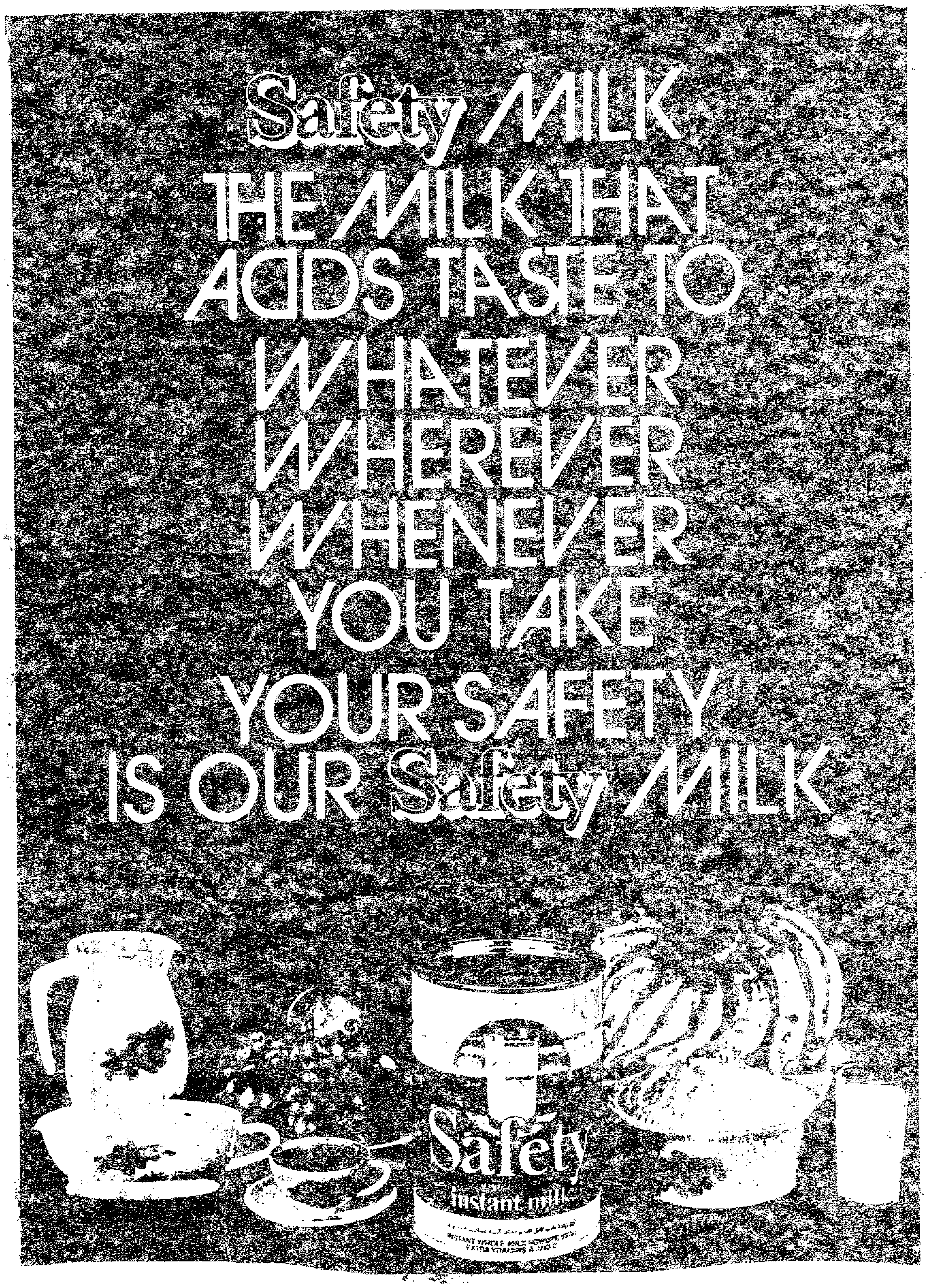
Safety MILK
THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK
Safety
instant milk

مولانا محمد اسلم شیخوپوری
جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

اصلاح و فلاح امّت

کے لیے چند تجاویز

ماہنامہ الاشرف کراچی کی رمضان المبارک کی خصوصی اشاعت میں ایدھی صاحب کے حوالے سے ایک مضمون شائع ہوا تھا قارئین کی بڑی تعداد نے اسے توجہ سے پڑھا اور اس پر اپنے اپنے انداز میں تبصرہ کیا چونکہ اس مضمون میں علما۔ اور دینی حلقہ کے معتبرین سے یہ درخواست بھی کی گئی تھی کہ وہ خدمت خلق کے کام کو اسلامی اصولوں پر استوار کریں تو اس سلسلہ میں احقر نے زیر نظر مضمون تحریر کیا ہے جس میں نہ صرف خدمت خلق کا ایک مفصل اسلامی خاکہ تجویز کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے دگرگوں حالات کی اصلاح و فلاح کے لیے چند مزید تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں ہم اپنے دیگر تعلیم یافتہ احباب بالخصوص الحق کے قارئین سے بھی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھا کر بحث کو آگے بڑھانے میں مدد دیں گے۔ (ادارہ)

آج جب کہ ہر صاحب دل اور دین کا درد رکھنے والا مسلمان اہل اسلام کی معاشرتی، سیاسی اور معاشی ابتری پر پریشان ہے فتنوں کی کثرت ہے اور متاع ایمان، بازار کی جنس ارزاں بن کر رہ گئی ہے۔ نئی نسل دن بدن دین سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ فحاشی اور عریانیت غالب آرہی ہے ان تکلیف دہ حالات میں مختلف دینی اور سیاسی جماعتیں اپنے اپنے انداز میں جو بھی اصلاحی کوششیں کر رہی ہے وہ غنیمت ہیں۔ ہمیں کسی کو برا بھلا نہیں کہنا ہم اپنی محدود سی سوچ کے مطابق آپ کی توجہ چند ایسے شعبوں کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں جو ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں اور ان میں جتنا کام ہونا چاہیے اتنا نہیں ہو رہا ہے۔

ہماری گذارشات غور سے پڑھیے اگر بات دل کو لگے تو ہمارے ساتھ تعاون کیجیے اور اگر آپ تعاون پر آمادہ نہ ہوں تو اپنے اپنے محلے اور شہر میں اپنے طور پر یہ کام کیجیے اور اگر ہمارے تعاون کی ضرورت ہو تو یاد فرمالیجیے گا ہم اپنی بساط اور حالات کے مطابق آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے۔

شعبہ خدمت خلق موجودہ حالات میں شعبہ خدمت خلق کو غیر سیاسی بنیادوں پر خالص اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل دینا ضروری ہے، اس شعبہ میں قادیانی، عیسائی اور دیگر گمراہ فرقے بہت زیادہ فعال ہیں اور غریب مسلمانوں کے ایمان کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں جو چند ایک مسلمان سماجی میدان میں مصروف عمل ہیں ان کا کام اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں۔ زکوٰۃ صدقات وغیرہ کے مصارف میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا اور خدمت سے ان کا مقصد مسلمانوں کی حفاظت یا دین کی اشاعت ہرگز نہیں بلکہ ان کا مقصد یا تو شہرت ہے یا خدمت برائے خدمت ہے، خدمت خلق کے شعبے میں ہمارے پیش نظر جو کام ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(الف) اسلامی ذہن رکھنے والے ایسے نوجوان تیار کئے جائیں جو ہسپتالوں میں یا گھروں میں پڑے ہوئے مریضوں اور بڑھوں کی عیادت اور خدمت کے لیے ہر ماہ کچھ وقت دیں یہ عیادت کے ساتھ ساتھ مثبت انداز میں دین کی دعوت بھی دیتے رہیں۔ ان میں سے غریب نوجوانوں کی مالی معاونت بھی کی جا سکتی ہے، میں نے ہسپتالوں میں ایسے مریض بھی دیکھے ہیں جو چھ چھ ماہ سے بستر پر پڑے ہیں، خود اُٹھ کر پیشاب نہیں کر سکتے اور گھر میں کسی مرد کے نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نوجوان بہنیں یا مائیں ان کی خدمت کرتی ہیں۔

(ب) کبھی کبھار علماء اور دینی شخصیات بھی ہسپتالوں کے چکر لگائیں۔ بیماروں کی تیمارداری کریں اور حسب وسائل نقد پیسے یا فروٹ وغیرہ انہیں پیش کریں یوں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مٹی ہوئی سنت بھی زندہ ہوگی اور عوام کا علماء کے ساتھ تعلق بھی بحال ہوگا۔ یہ تو آپ کے علم میں ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں تک کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس حسن سلوک کی وجہ سے ایمان کی دولت سے نواز دیا اور آپؐ نے فرمایا کہ عیادت کرنے والے کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔

(ج) غریب مسلمانوں کی اعانت مالی کے لیے مسجد کو ایک مرکز کی حیثیت دی جائے، ابتداء میں چند مساجد میں تجرباتی طور پر کام شروع کیا جا سکتا ہے جس کی صورت یہ ہو کہ مسجد کے چند با اعتماد مستقل نمازیوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے وہ آس پاس رہنے والے ایسے گھرانوں پر نظر رکھیں جہاں غریب ہو یا کوئی بے سہارا بوڑھا مرد یا عورت ہو، ان جیسے لوگوں کے حالات کی پوری طرح تصدیق کر لینے کے بعد ان کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے خاموشی سے ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

اگرچہ جہیز کی لعنت کو ختم کرنے کی ضرورت ہے لیکن اگر غیر زکوٰۃ کی رقم (معقول رقم) جمع ہو جائے تو بامر مجبوری اس معاملے میں بھی تعاون کے لیے سوچا جا سکتا ہے۔

(د) مسلمانوں کو سود سے بچانے اور انہیں کسب حلال کی راہ پر ڈالنے کے لیے قرض کی اسکیم شروع کی جا سکتی ہے جس کے لیے درج ذیل صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں۔

(الف) عطایا اور صدقات سے امدادی فنڈ جمع کیا جائے۔

(ب) اس فنڈ میں امانتیں اور عوام کو ترغیب دے کہ ایسے اموال بھی رکھے جاسکتے ہیں جو فی الوقت ان کے پاس زائد از ضرورت ہوں (ان حضرات سے ان کی امانتوں اور اموال کے استعمال کی اجازت لی جاسکتی ہے)۔

(ج) امدادی ٹکٹ فروخت کرکے رقوم جمع کی جائیں۔

(د) جمع شدہ فنڈ کو تجارت میں لگاکر حاصل شدہ منافع کو مزید مضبوط کیا جاسکتا ہے۔

ان مختلف مدات سے حاصل ہونے والے سرمایے سے

(۱) یتیموں، بیواؤں اور حوادث کا شکار ہونے والے مستحق مسلمانوں کو زیورات مخصول کرنے پر ایک خاص مدت کے لیے قرض دیا جائے۔

(۲) بے روزگار اور فاقہ کش مسلمانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے ٹھیلہ یا چھوٹی موٹی دوکان یا رکشہ وغیرہ بلاکسی زائد منافع کے قسطوں پر لے کر دیا جائے۔

(۳) ایسے بھکاریوں کے ساتھ بھی مشروط تعاون کیا جاسکتا ہے جو واقعی حالات سے مجبور ہو کر بھیک مانگ رہے ہوں اور بھیک چھوڑنے کے لیے آمادہ ہوں۔

(۴) ایکسیڈنٹ وغیرہ کا شکار ہونے والے ایسے مسلمان بھائی جو زکوٰۃ یا صدقہ لینے پر آمادہ نہ ہوں اور خود ان کے مالی حالات بڑے اخراجات کے متحمل نہ ہوں ان کے زخموں پر اس فنڈ سے مرہم رکھی جاسکتی ہے۔

(۵) ایسے مظلوم انسان جن کو جھوٹے مقدمات میں پھنسا دیا گیا ہو یا جو ناحق جیل کی کال کوٹھڑی میں بند ہوں (اخبارات میں ایسے واقعات شائع ہو چکے ہیں کہ ایک شخص دس سال تک اور دوسرا (۴۰) سال تک ناحق جیل میں پڑا گلتا سڑتا رہا) ان کی قانونی مدد کی جائے۔

اسی طرح محلہ یا شہر یا ملک کی سطح پر جو غنڈے اور بدمعاش جبر و تشدد اور زیادتیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے خلاف رائے عامہ کو منظم کیا جائے اور اس سلسلہ میں ہراول دستہ کا کردار ادا کرنے والے نوجوانوں سے ہر طرح سے تعاون کیا جائے۔

یاد رکھیے اسلام ہر قسم کے ظلم کے خاتمے اور عدل کے قیام کے لیے دنیا میں آیا ہے اور ہم اسلام کے اس بنیادی پہلو کو عملی طور پر جس قدر مضبوط کریں گے اتنا ہی اسلامی نظام کے نفاذ کا راستہ ہموار ہوگا۔ ہر خادم اسلام پر لازم ہے کہ وہ ظلم کا دشمن اور عدل کا علمبردار ہو۔

(۶) آج کی دنیا میں محسن شخصیات اور باصلاحیت افراد کے تعارف کی ایک صورت یہ ہے کہ انہیں میڈل اور انعامات دیئے جاتے ہیں۔ اگر شعبہ خدمت خلق میں عطایا اور ہدایا پر مشتمل فنڈ علمی خدمات انجام دینے والے علماء اور وفاق

میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو اس سے ان کی عزت میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور نہ وہ ان رسمی چیزوں کے محتاج ہیں لیکن ایک تو اس میں دوسروں کے لیے ترغیب کا پہلو ہے دوسرے اس پروپیگنڈہ کی دنیا میں عام لوگ ان کی تصانیف کی طرف متوجہ ہوں گے ۔ تیسرے ان کی خدمات اور قربانیوں کا تعارف اہل حق کے نظریات کی اشاعت میں خاموش مبلغ کا کردار ادا کرے گا ہم نے اس سال وسائل کے نہ ہونے کے باوجود دورۂ حدیث میں اول ، دوم ، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا کے لیے بالترتیب پانچ ہزار ، تین ہزار اور دو ہزار کے انعامات کا اعلان کیا ہے دوسرے درجات کے طلبہ کو انشاء اللہ کتابیں دی جائیں گی ۔

(۷) آج کی دنیا میں خیالات کو بنانے اور بگاڑنے میں لٹریچر کا بڑا اہم کردار ہے لیکن روز افزوں مہنگائی کی وجہ سے اسلامی کتابوں کا خریدنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے ۔ اگر عام لوگوں کو واجبی قیمت پر اور مستحقین کو بلا معاوضہ اصلاحی لٹریچر مہیا کیا جائے تو ذہن سازی میں موثر ثابت ہو سکتا ہے ، یہ بات تو آپ کے علم میں ہوگی کہ ضلالت و الحاد پھیلانے والا لٹریچر وسیع پیمانے پر مفت تقسیم کیا جا رہا ہے اس سلسلہ میں عیسائی اور قادیانی پیش پیش ہیں ۔ اس مقصد کے لیے ایک مستقل ٹرسٹ کے بارے میں بھی سوچا جا سکتا ہے ۔

(۸) کشمیر، افغانستان ، برما اور سری لنکا وغیرہ کے وہ مجاہدین جو طاغوتی قوتوں کے خلاف بے سروسامانی کے عالم میں مصروف جہاد ہیں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے ، شہدا کے اہل و عیال کی خبر گیری اور مجروحین اور معذورین کے علاج معالجہ کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی جائے ۔ یہاں کے مسلمان جن اندوہناک حالات سے دوچار ہیں اس کا ایک سرسری اندازہ اس رپورٹ سے ہو سکتا ہے جو کشمیری مسلمانوں کے حوالے سے اخبارات اور جرائد میں شائع ہوئی ہے ۔ اس رپورٹ کے مطابق صرف ۱۹۹۱ء میں کشمیر میں ۲۰۴۳۴ مسلمانوں کو شہید کیا گیا ، چار ہزار سے زائد عورتوں کی آبروریزی کی گئی ۔ بیس ہزار مسلمانوں کو پابند سلاسل کیا گیا ۔ آٹھ ہزار مکانات جلا کر راکھ کر دیئے گئے ۔ بلیک کمانڈوز نے نہ معلوم کتنے معصوم بچوں کے ہاتھ پاؤں توڑ کر انہیں معذور بنا دیا ، مختلف ہڈیوں کے ہسپتالوں میں دس ہزار کمسن بچے زیر علاج ہیں ، ہندواڑہ کے ایک سکول کو آگ لگا کر دو سو معصوم بچوں کو بھون ڈالا گیا ۔ انڈین آرمی کے عقوبت خانوں میں اس وقت بھی سات ہزار مسلمان انسانیت سوز مظالم جھیل رہے ہیں ۔

یہ صرف کشمیر کی صورت حال ہے ، افغانستان جہاں سولہ لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا گیا اور بیس لاکھ کو شدید زخمی اور معذور کر دیا گیا ۔ سینکڑوں دیہات تباہ کر دیئے گئے ۔ وہاں کے بارے میں خود اندازہ لگا لیجیے کہ کتنے بچے یتیم کتنی سہاگنیں بیوہ اور کتنے والدین بے سہارا ہوں گے ۔

تو اے مرغن غذا کھا کر نرم و گداز بستروں پر سونے والے مسلمان بھائیو ! کیا ان سسکتے بلکتے بچوں ، لٹی ہوئی سہاگنوں اور بے سہارا والدین کی خدمت و اعانت ہماری ذمہ داری نہیں ہے ؟ جو حالات کشمیر اور افغانستان میں

پیش آتے ہیں وہ کسی دوسرے خطے میں بھی پیش آسکتے ہیں اس لیے خدمت خلق کے شعبے کو مستقل طور پر اسلامی بنیادوں پر مضبوط کرنا ضروری ہے تاکہ جہاں بھی ایسے حالات پیش آئیں وہاں ریڈکراس وغیرہ سے پہلے ہم پہنچ جائیں۔

نئی نسل کی تعلیم و تربیت

ٹی وی پروگراموں، ڈراموں فلموں اور عمومی ماحول کی وجہ سے نئی نسل تباہ ہو رہی ہے جو لوگ اپنی اولاد کی تربیت اسلامی خطوط پر کرنا چاہتے ہیں انہیں بھی بے پناہ مشکلات کا سامنا ہے۔ اگرچہ دینی مدارس کا وجود اس سلسلہ میں غنیمت ہے لیکن جو شخص اپنے بچے کو دین اور دنیا دونوں قسم کی تعلیم دینا چاہتا ہے وہ ان مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتا بلکہ بسا اوقات بچے بھی عام سوسائٹی کے زیر اثر یا بعض مدارس پر سختی اور تادیب کی وجہ سے یہاں تعلیم کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے درج ذیل صورتیں اختیار کی جائیں تو مثبت نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔

(۱) انگلش میڈیم سکولوں جیسی سہولیات پر مشتمل "اسلامک میڈیم" سکول قائم کیے جائیں جہاں دونوں قسم کی تعلیم کا اہتمام ہو لیکن زیادہ توجہ ذہنی تربیت پر دی جائے۔

(۲) جو انگلش میڈیم سکول قائم ہیں ان کے مالکان سے مل کر انہیں اپنے اپنے سکولوں میں موثر انداز میں اسلامی تعلیم و تربیت پر آمادہ کیا جائے۔

(۳) محلہ مسجد میں ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ چند آسان اسلامی کتابوں کے پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔

اتحاد و یکجہتی

مسلمانوں میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے کے لیے ہر سطح پر کوشش کی جائے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ان جماعتوں اور ان افراد کو مشترکہ نکات پر اکٹھا کرنے کی سعی کی جائے۔ جو عقیدہ توحید سے سرشار اور علماء حق کے پیروکار ہیں۔ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ بنیادی عقائد میں اتفاق کے باوجود ہم سینکڑوں جماعتوں میں منقسم ہیں اور آپس میں اس قدر عداوتیں ہیں کہ جب ہم باہم برسرپیکار ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا آپس میں نہیں بلکہ کافروں اور مسلمانوں کا ٹکراؤ ہے۔ کتنی مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں جو الیکشن کے موقع پر سیکولر عناصر سے اتحاد گوارہ کر لیتی ہیں لیکن اپنے ابناء جنس سے اتحاد کے لیے وہ کسی طور اور کسی صورت آمادہ نہیں ہوتیں۔ اگر چھوٹے موٹے اختلافات کو رفع کرنے کے لیے ثقہ علماء کی ایک با اختیار کونسل تشکیل دی جائے تو نفرت اور افتراق کی آگ ٹھنڈی کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے اس کونسل کو یہ اختیار بھی ہونا چاہیے کہ اگر کسی جماعت کا کوئی لیڈر یا عہدیدار اس کے فیصلوں کو تسلیم نہ کریں تو تمام اہل مسلک سے ان کے بائیکاٹ کی اپیل کی جائے، کیا ہی اچھا ہو ہم اپنے اختلافات برسرعام بیان کر کے اپنی رسوائی کا سامان پیدا کرنے کی بجائے اس کونسل کی طرف رجوع کریں کونسل ان فتنوں کی نشاندہی بھی کرے جن سے ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور ان کے سدباب کے لیے وقتاً فوقتاً ایسے سیمیناروں اور کانفرنسوں کا انعقاد بھی کرے جن میں تمام صحیح العقیدہ مذہبی اور سیاسی جماعتوں

سکتے فائدین شرکت کریں۔

جب تک یہ کونسل تشکیل نہیں پاتی ہم اتحاد امت کی جانب پہلا قدم اٹھانے کے لیے اگر اپنے قلم و زبان کا رُخ اہل حق کے بجائے اہل باطل کی جانب پھیر دیں تو دوسرا اور تیسرا قدم اٹھانے میں انشاء اللہ آسانی ہوگی۔

شعبہ درس قرآن دین کا فہم رکھنے والے بزرگوں نے بہت پہلے برصغیر بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح اور فکری تربیت کے لیے درس قرآن کا نسخہ تجویز کیا تھا۔ شاہ ولی اللہؒ کے والد شیخ عبدالرحیمؒ قرآن پاک کا درس دیتے تھے۔ آپ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ کے درس قرآن نے تو ہزاروں فاسقوں اور گمراہوں کی زندگیاں بدل کر رکھ دیں۔ حضرت مولانا محمود حسنؒ نے مالٹا جیل سے رہائی کے بعد یہ اعلان کیا تھا کہ میری بقیہ زندگی دو کاموں کے لیے وقف ہوگی امت میں یکجہتی پیدا کرنا اور قرآنی تعلیمات کو عام کرنا اور ان ہی دو چیزوں کے نہ ہونے کو مسلمانوں کی کمزوری اور مغلوبیت کا سبب بتلایا تھا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا حسین علی صاحبؒ کی پوری زندگی درس قرآن کے لیے وقف رہی۔ موجودہ حالات میں درس قرآن کی بے حد ضرورت ہے، بے شمار تعلیم یافتہ مسلمان بے بنیاد قصے کہانیوں سے تنگ آتے ہوتے ہیں اور قرآن پاک کی بیان کردہ ٹھوس حقیقتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں لیکن انہیں سمجھانے والے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی پیاس بجھانے کے شوق میں ایسے لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جو انہیں قرآن کے نام پر انکار حدیث کا راستہ دکھلاتے ہیں۔

اگر فضا بنانے کے لیے ابتدائی مرحلہ میں عم پارہ کی آخری چھوٹی چھوٹی سورتوں کا درس دیا جائے تو میرے ناقص تجربے کے مطابق بہت مفید ہوگا بلکہ ان سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر تو ہر نمازی کو ازبر یاد کرا دینا چاہیے۔ مساجد میں درس کے ساتھ اگر گھروں میں بھی حلقہ ہائے درس قرآن قائم کئے جائیں تو فوائد دوچند ہوں گے۔

شعبہ تعلیم نسواں ہمارے ہاں لڑکوں اور مردوں کے لیے دینی تعلیم و تذکیر کے بے شمار مواقع ہیں لیکن ہم نے خواتین اور بچیوں کو ان تمام مواقع سے محروم کر رکھا ہے۔ ان کے لیے اسلامی مدارس نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جمعہ کے اجتماعات میں ان کی حاضری کی کوئی صورت ہم بنانے کے لیے تیار نہیں۔ اچھے اچھے دیندار گھرانے خواتین کو شادی ہالوں اور پارکوں اور بازاروں میں جانے کی اجازت دیتے ہیں مگر جمعہ کے اجتماعات اور درس و وعظ کی مجالس میں با پردہ شرکت کی اجازت بھی نہیں دیتے حالانکہ مردوں سے زیادہ خواتین کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے کیونکہ ماں بننے کے بعد بچوں کو اچھا انسان بنانا اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینا یہ عورت ہی کی ذمہ داری ہے وہ ماں جو دینی تعلیم سے جاہل ہے اور جس کے شب و روز گانے سننے، فلمیں دیکھنے، چغلیاں کھانے اور لڑائی جھگڑے میں بسر ہوتے ہیں وہ بچوں کی جس قسم کی تربیت کرے گی وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن اگر ماں دینی علوم سے متصف ہوگی تو اس کے اخلاق و کمالات کا اثر یقیناً بچوں پر بھی پڑے گا۔ میرے ناقص خیال میں خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے

فوری طور پر ان تین تجویزوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) مساجد کے ساتھ ملحق کسی مکان میں خواتین کے لیے باپردہ انتظام کیا جائے جہاں وہ جمعہ کے اصلاحی خطبات سے مستفید ہوں۔

(۲) گھروں میں درس قرآن رکھے جائیں جن میں مدرس کے سامنے تو مرد ہوں مگر قریب کے کسی کمرے میں خواتین بھی ہوں اور یہ درس بدل بدل کر مختلف گھروں میں ہوں اگر مدرس خاتون ہو تو پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

(۳) محلہ کی سطح پر بچیوں کی معقول دینی تعلیم کے لیے مدارس قائم کیے جائیں جن میں کم از کم ناظرہ قرآن ترجمہ قرآن، تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کی تعلیم دی جائے اگر معلمات دستیاب ہوں ہر طرح سے محفوظ اور باپردہ انتظام ہو، وسائل بھی مہیا ہوں تو آگے چل کر طالبات کے اقامتی مدارس کے بارے میں بھی پروگرام بنایا جا سکتا ہے۔

شعبہ اصلاح دیہات پاکستان کی اسّی فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے لیکن دینی مدارس ہیں تو شہروں میں ہسپتالوں کی سہولت ہے تو شہروں میں فلاحی تنظیمیں ہیں تو شہروں میں .... حالانکہ بعض دیہات میں علماء کرام، دینی طلباء اور عام لوگ جس قسم کی جفاکشی، غربت اور تکلیف کی زندگی گذار رہے ہیں ہم شاید اس کا تصور بھی نہ کر سکیں۔

بعض مدارس کے طلباء بوسیدہ عمارتوں میں رہتے ہیں اور سادہ پانی میں نمک مرچ گھول کر اس کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں، اساتذہ کا مشاہرہ پانچ چھ سو سے زائد نہیں اور بعض جگہ تو یہ بھی نہیں۔ پھر جہالت کی کثرت کی وجہ سے وہاں فضول رسم و رواج شرک و بدعت، اور قتل و قتال کی بہتات ہوتی ہے۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے وسائل اور کاوشوں کا رُخ دیہات کی طرف بھی پھیریں۔

تعلیم بالغاں کالجوں یونیورسٹیوں اور فیکٹریوں کے نوجوانوں کے دل میں دینی تعلیم کی امنگ ہوتی ہے مگر وہ اپنی معاشی یا تعلیمی مجبوریوں کی وجہ سے پورا وقت نہیں دے سکتے اگر ایسے ساتھیوں کے لیے جز وقتی مدارس کا اہتمام کیا جائے جہاں انہیں دینی تعلیم کا بہت مختصر نصاب پڑھایا جائے تو اس سے انشاء اللہ بہت اچھے نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔

جو تجاویز اوپر پیش کی گئی ہیں میں اور میرے چند دوست انتہائی محدود سطح پر ان کی روشنی میں مصروف عمل ہیں اگر ہم لسانی اور سیاسی گروہ بندیوں سے بالاتر ہو کر اجتماعی طور پر اس سلسلہ میں کام کریں تو باطل قوتوں کو لگام دی جا سکتی ہے ارتدادی تحریکوں کے آگے بند باندھا جا سکتا ہے، اسلامی نہج پر تربیت دینے والی مائیں تیار کی جا سکتی ہیں، تشتت و افتراق کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی اخوت کو زندہ کیا جا سکتا ہے، مجاہدین کی پشت پناہی کی جا سکتی ہے، ظلم کے خاتمہ اور نظام عدل کے قیام کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے، علماء کے وقار کو بحال کیا جا سکتا ہے، بے کس انسانوں کی دعائیں لی جا سکتی ہیں اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ دور حاضر کے حوالے سے بحیثیت مسلمان اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے اور یوں مسئولیت عند اللہ سے بچنے کا امکان پیدا کیا جا سکتا ہے۔